جدید مسائل

شریعت کے راہ نما اصول

نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں جواب دیتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بیان کردہ وہ اصول پیش کیے جا رہے ہیں' جن سے کسی بھی زمانے میں نئی ایجادات سے پیش آنے والے مسائل کے بارے میں شریعت کی راہ نمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (مدیر)

۱۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جزئیات کے متعلق صریح شرعی احکام ہم کو صرف انھی حوادث اور انھی امور کے متعلق معلوم ہو سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آئے تھے۔ باقی رہے وہ حوادث جو حضورؐ کے بعد پیش آئے' تو ان کے متعلق شرع میں کوئی صریح حکم نہیں مل سکتا' بلکہ صرف اصول و کلیات شرع ہی سے نکالا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ نے بعد کے حوادث پر جتنے شرعی احکام لگائے ہیں وہ اسی طرح اصول و کلیات سے اخذ کیے ہوئے ہیں' نہ کہ منصوص۔ اب اگر کوئی ایسا حادثہ [واقعہ] پیش آتا ہے جو صحابہؓ یا ائمہؒ کے دور میں پیش نہیں آیا' یا کوئی ایسی چیز ایجاد ہوتی ہے جو اس دور میں موجود ہی نہ تھی' تو اس کے متعلق متقدمین کے اجتہادی احکام میں کوئی حکم تلاش کرنا بداہتہً غلط ہے۔ ایسے ہر حادثے [واقعے] اور ایسی ہر چیز کے لیے ہم کو بھی اسی طرح اصول و کلیات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جس طرح صحابہؓ اور ائمہؒ نے اپنے عہد کے حوادث میں کیا تھا۔

۲۔ کسی نو ایجاد چیز کے استعمال کو مکروہ یا ناجائز ٹھیرانے کے لیے محض یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ عہد رسالتؐ میں یا عہد صحابہؓ میں' یا عہد ائمہؒ میں موجود نہ تھی۔ تنزیل شرائع سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ انسان کی قوت ایجاد ایک خاص دور کے بعد ختم ہو جائے' اور اسباب عالم کی تلاش و جستجو اور ان سے کام لینے کے نئے نئے طریقوں کی دریافت کا سلسلہ ایک خاص زمانے تک تو جائز ہو اور اس کے بعد حرام قرار دے دیا جائے۔ جو لوگ سنت اور بدعت کی تعبیر اس طرح پر کرتے ہیں وہ اسلام اور مسلمانوں پر سب سے بڑا ظلم کرتے ہیں' کیونکہ یہ دشمنان اسلام کے اس الزام کی تصدیق ہے کہ اسلام کوئی دائمی مذہب نہیں بلکہ ایک خاص زمانے کے لیے آیا تھا اور اب اس کے اتباع سے انسانی تمدن کے نشو و ارتقا کا دروازہ بند ہو جاتا

ہے۔

۳۔ تنزیل شرائع سے اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد انسان کو وہ اصول سکھانا ہے جن کے تحت وہ اسباب عالم سے غلط کام لینے کے بجائے صحیح کام لے سکے، اور ان کو مضرت کے بجائے حقیقی منفعت اور سچی فلاح کے لیے استعمال کرے۔ ان اصولوں کی محض لفظی تعلیم ہی ہم کو قرآن اور حدیث میں نہیں دی گئی ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جن اسباب عالم پر انسان کو دسترس حاصل تھی، انھیں اسلامی طریق پر برت کر بھی ہم کو بتا دیا گیا ہے کہ آیندہ جن اسباب پر دسترس حاصل ہو، انھیں اس طور پر اور ان مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ صحابہ کرامؓ اور ائمہؒ سلف نے اصول شرع کو اسی اسپرٹ میں سمجھا اور تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ نئے حوادث اور نئی اشیا پر اصول اسلام کو منطبق کر کے انھوں نے شرع کی ہدایت کو ہمارے لیے اور زیادہ روشن کر دیا۔ اب اگر ہم ان اصولوں کو سمجھ جائیں تو قوائے فطرت میں سے جو نئی قوت ہمارے علم میں آئے گی اور اسباب کائنات میں سے جس نئے سبب پر ہمیں دسترس حاصل ہو گی، اس کے معاملے میں ہم کو ہرگز کوئی حیرانی و سرگردانی پیش نہ آئے گی۔ ہم نہ تو اس اجنبی چیز سے اپرائیں گے اور نہ اس کے سامنے ٹھٹک کر کھڑے ہو جائیں گے، بلکہ اصول شرع میں تدبر کر کے بلاتکلف یہ معلوم کر لیں گے کہ اس کو استعمال کیا جائے یا نہ کیا جائے اور اگر استعمال کیا جائے تو استعمال کا پسندیدہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے، اور ناپسندیدہ طریقہ کون سا ہے؟ ہر نئی چیز سے اپرانے اور تمدن کی ترقی کے راستے میں ہر ہر قدم پر ٹھٹک کر کھڑے ہو جانے کی کیفیت جو آج کل پیش آ رہی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شرع کے اصول و کلیات کو سمجھنے کے بجائے ہمارے علما زیادہ تر فقہی جزئیات کے استقصا میں منہمک رہتے ہیں۔

۴۔ قرآن و حدیث سے یہ قاعدۂ کلیہ معلوم ہوتا ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے تاوقتیکہ عدم اباحت پر کوئی دلیل نہ ہو۔ یعنی ہر چیز کو پاک، حلال اور مباح سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کے نجس یا حرام پر کوئی دلیل نہ لائی جائے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ ۲:۲۹)

وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ ۴۵: ۱۳)

اور اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمھارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی ساری چیزیں انسان کے لیے ہیں، لہٰذا انسان ان سے کام لینے اور فائدہ اٹھانے کا مستحق ہے۔ ایک ایک چیز کے لیے الگ الگ اجازت کی ضرورت نہیں، بلکہ جب

تک کسی خاص چیز کے استعمال یا طریق استعمال کی ممانعت نہ ہو، سب چیزوں کو مباح اور طاہر ہی سمجھا جائے گا۔ اسی اصل کی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو ابوداؤد نے سلمانؓ فارسی سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِی کِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِی کِتَابِهٖ وَمَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ

حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا۔ رہیں وہ چیزیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا تو وہ معاف ہیں۔

۵۔ اشیا کی حرمت اور حلت کے احکام جس قاعدے پر مبنی ہیں اس کی تصریح بھی قرآن میں کر دی گئی ہے، یعنی:

وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف ۷: ۱۵۷)

(ہمارا نبیؐ) ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔

اور اسی کی تفسیر حدیث میں فرمائی گئی ہے کہ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ۔ لہٰذا جن چیزوں کی حرمت کا صریح حکم نہیں ہے، ان کے حق میں اس قاعدۂ کلیہ کے لحاظ سے دیکھا جائے گا کہ آیا وہ انسان کے لیے مضرت رساں ہیں یا منفعت بخش۔ اگر مضرت ثابت ہو تو وہ حرام ہیں اور منفعت ثابت ہو تو حلال۔ اسی طرح ان کے طریقہ ہائے استعمال کو بھی اسی قاعدے کے لحاظ سے جانچا جائے گا۔ جو طریق استعمال موجب فساد ہو، وہ ممنوع ہے اور جو طریق استعمال موجب صلاح ہو، وہ مباح ہے۔

۶۔ منفعت اور مضرت، صلاح اور فساد کے بارے میں بھی شارع نے ہم کو ایک معیار دیا ہے۔ ہم اندھیرے میں نہیں چھوڑے گئے ہیں کہ جس چیز کو چاہیں مفید اور جس کو چاہیں مضر ٹھیرا لیں۔ بلکہ ہمیں چند اصول بتائے گئے ہیں جن کے لحاظ سے فائدے اور مضرت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ انھی اصولوں میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ جو چیز فرائض دینی کی بجاآوری میں مانع ہو، وہ مضر ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور جو چیز اس میں مددگار ہو، وہ مفید ہے۔ اس لیے اس کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، مثلاً رویت ہلال میں اگر برہنہ آنکھ کی بہ نسبت دوربین کے استعمال سے زیادہ سہولت پیدا ہوتی ہے تو اسے مستحسن سمجھنا چاہیے۔ رمضان میں سحر کا آخری وقت معلوم کرنے کے لیے اور روز مرہ نماز کے اوقات متعین کرنے کے لیے گھڑی زیادہ مددگار ہوتی ہے تو اس کا استعمال بھی مستحسن ہونا چاہیے۔ سفرحج کے لیے اونٹ کی بہ نسبت موٹر یا ہوائی جہاز سے زیادہ سہولت پیدا ہوتی ہے تو اس کا استحسان بھی ناقابل انکار ہے۔ فریضہ جہاد کی بجاآوری میں نیزہ و شمشیر اور اسپ و فیل کی بہ نسبت بندوق، توپ، جنگی جہاز اور ہوائی جہاز زیادہ کارآمد ہیں تو ان کے مستحسن ہونے میں بھی کلام نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص ان چیزوں کے حق میں

حرمت یا کراہت یا توقف کا مسلک اختیار کرتا ہے، محض اس لیے کہ زمانہ سلف میں یہ چیزیں استعمال نہیں ہوئیں، تو وہ روح شرع سے قطعاً بے بہرہ ہے۔

۷- جو چیز کسی ایسے مقصد کے لیے بنائی گئی ہو جسے شرع نے حرام قرار دیا ہے اور اس امر ممنوع کے سوا اس چیز کا کوئی اور استعمال بھی نہ ہو تو اس کے مطلقاً ممنوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مگر جو چیز اچھے اور برے، مفید اور مضر دونوں طرح کے کاموں کے لیے آلہ کے طور پر کام آتی ہو، اس کو محض اس بنا پر حرام نہیں کہا جا سکتا کہ فاسقین کے ہاتھوں میں اس کا غالب استعمال ممنوعات کے لیے ہے۔ مثلاً گراموفون محض ایک آلہ ہے جس کو اچھے اور برے دونوں مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ہم نفس گراموفون کو حرام نہیں کہہ سکتے، بلکہ حرمت کا حکم صرف اس طریق استعمال سے متعلق ہو گا جو شہوات کو ابھارنے والا اور فواحش کی اشاعت کرنے والا ہے۔ (رسائل و مسائل، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۱۲، عدد ۶، ص ۴۶۲-۴۶۶، جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ، اگست ۱۹۳۸ء)

ترجمان القرآن

امت کے لیے زندگی کا پیغام ہے

اسے اپنے تک محدود نہ رکھیے

اس ماہ کسی ایک کو سالانہ خریداری کی طرف
ضرور متوجہ کیجیے